ہمیں جنگ کی نزولی ترتیب نہیں بھولنی چاہیے

تحریر: سہیل احمد لون

یوحنا آباد لاہور دہشت گردی کا واقعہ کسی خاص عقیدے یا اقلیت کی عبادت گاہ پر حملہ نہیں تھا بلکہ ملکی سالمیت پر ایک شاطرانہ ضرب تھی۔ وطن عزیز میں شاید ہی کوئی جگہ، فرقہ، مسلک، مذہب ایسا ہو جو دہشت گردی کی لپیٹ میں نہ آیا ہو۔ عسکری اداروں کے ہیڈ کوارٹرز، درس گاہیں، حساس اداروں کے ٹریننگ سینٹرز، عبادت گاہیں، مساجد، گرجا گھر، ریل گاڑی، بس، ویگن، رکشہ، عید گاہ، بازار، سبزی منڈی، فائیو سٹار ہوٹل، فروٹ سٹریٹ، ہوائی جہاز، جلسے، جلوس، ریلی، مزاروں، سمیت جنازے میں بھی دہشت گردی کے واقعات ہو چکے ہیں۔ اگر واہگہ بارڈر پر جھنڈے کی تقریب کے بعد دہشت گردی کا واقعہ ہوتا ہے یا آرمی پبلک سکول میں، مون مارکیٹ یا سبزی منڈی یا کسی بس یا ریل گاڑی میں جب دہشت گردی کا واقعہ ہوتا ہے تو اس کا مقصد کسی مخصوص گروہ کو ٹارگٹ کرنا نہیں ہوتا بلکہ عوام میں خوف و ہراس کی لہر دوڑانا ہوتا ہے۔ دہشت گردی کے واقعات کی ایک لمبی فہرست ہے مگر دو واقعات ایسے ہیں جن کا ردِ عمل دیکھ کر دہشت گرد یقیناً اپنے مقصد کی بڑی کامیابی تصور کرتے ہونگے۔ محترمہ بینظیر بھٹو کی شہادت کے بعد ایسا ردِ عمل ہوا جس کے نتیجے میں ملک کا کافی مالی نقصان ہوا۔ سرکاری املاک کو نقصان پہنچانا دراصل اپنا نقصان کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ یوحنا آباد کے قابل مذمت دہشت گردی کے واقعہ کے بعد جو ردِ عمل ہوا، اس میں معاملہ املاک کو نقصان پہنچانے سے بھی آگے نکل گیا۔ دو روز پنجاب کا دارالحکومت بلوائیوں کے ہاتھوں یرغمال بنا رہا۔ گاڑیوں پر پتھراؤ کیا گیا حالانکہ گاڑی دہشت گرد نہیں ہوتی اگر کوئی اس کو دہشت گردی میں استعمال کر لے تو اس میں اسے سزا دینا بھی حماقت ہے مگر ہم احتجاج میں شاید غصہ اسی پر نکال سکتے ہیں جو بے زبان ہو یا بے بس۔ ایک خاتون ٹیچر کی کار پر جب حملہ کیا گیا تو کار اس کے کنٹرول سے باہر ہو گئی جس کے نتیجے میں مزید ہلاکتیں ہوئیں۔ پولیس نے جن دو معصوموں کو مشتبہ سمجھ کر پکڑا، ان دونوں نوجوانوں کو بے لگام ہجوم نے پولیس سے چھین کر پہلے تشدد کیا اس کے بعد جلا کر راکھ کر دیا۔ یہ بربریت پولیس اہلکاروں کے سامنے ہوئی۔ تشدد کر کے جلانے کا منظر کئی کیمروں میں محفوظ بھی کیا گیا اور سوشل میڈیا پر بڑی بے رحمی سے اپ لوڈ بھی کیا گیا۔ مارنے، جلانے اور لاشوں کو گھسیٹنے والوں کی شکلوں سے یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ ان کا کوئی ساتھی یا رشتہ دار دہشت گردی کی بھینٹ چڑھا ہے بلکہ ان کے چہروں پر شیطانی مسکراہٹ اور زبان پر وحشیانہ کلمات تھے۔ اسی طرح احتجاج کے نام پر دیگر شہروں میں بھی توڑ پھوڑ اور کوٹ مار کے واقعات دیکھنے کو ملے۔ دہشت گردی کے عمل سے اتنا اثر نہیں ہوا جتنا ردِ عمل سے۔ چند ہفتے قبل آئی ایس آئی ایس نے جارڈن کے ایک پائلٹ کو زندہ جلایا تو ان کے اس وحشیانہ اقدام کی دنیا میں مذمت کی گئی۔ اس کے بعد ان کے خلاف بھرپور کارروائی عمل میں لائی گئی۔ 2013ء میں برطانیہ کے دارحکومت لندن میں ایک سیاہ فام پولیس کی گولی لگنے سے ہلاک ہو گیا جس کے بعد ٹوٹن ہائم ایسٹ لندن تھانے کے سامنے مظاہرین نے پرامن احتجاج کرنا شروع کر دیا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ کوئی سینئر پولیس آفیسر اس کا جواب دے۔ انکے مطابق یہ دو طرفہ فائرنگ نہیں تھی بلکہ پنجاب پولیس والا پولیس

مقابلہ تھا۔اسی دوران موقع سے فائدہ اٹھانے والے جرائم پیشہ نوجوانوں نے جلاؤ، گھیراؤ، لوٹ مار اور توڑ پھوڑ کا ایسا بازار گرم کیا جس کی آگ ملک کے دوسرے شہروں میں بھی پھیل گئی۔ان میں کچھ عادتاً اور فطرتاً لٹیرے تھے، کچھ پیشہ ور اور کچھ شوقیہ جو صرف تفریح کے لیے ایسا کرتے ہیں۔جس سے یہاں انشورنس کمپنیوں کو خاصا نقصان ہوا۔ساری برطانوی پولیس کی چھٹیاں منسوخ کر کے ڈیوٹی پر حاضر کر دی اگیا۔دارلحکومت کے حالات قابو کرنے کے لیے سولہ ہزار اضافی پولیس کو لندن بلانا پڑا۔تقریباً 200 سے زائد ملین پاؤنڈ کا نقصان ہوا۔اس میں تین پاکستانیوں سمیت پانچ ہلاکتیں بھی ہوئیں۔سی سی ٹی وی فوٹیج کے ذریعے سینکڑوں افراد پر مقدمات چلائے گئے 24 عدالتوں نے کام کیا۔اس میں کم عمر کی خاص رعایت بھی نہ دی گئی اور قانون کے مطابق جو زیادہ سے زیادہ سزا بنتی تھی ان کو دی گئی۔اس کا مقصد یہ تھا کہ ان کو نشان عبرت بنایا جائے تا کہ آئندہ احتجاج کے ہجوم کو بلوائیوں کا گروہ بننے سے روکا جائے۔ 7/7 کے واقعہ کے بعد بھی ایسے اقدام کیے گئے کہ اس کے بعد ایسا ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہو سکا۔وطن عزیز میں چند برس قبل ماہ رمضان میں سیالکوٹ کے ایک نواحی گاؤں میں دو بھائیوں پر لوگوں کے ایک ہجوم نے تشدد کر کے ان کی لاشوں کی بے حرمتی کی۔میڈیا پر بات آئی تو اس کا نوٹس لیا گیا مگر کسی قصوروار کو سزا نہ ہوئی۔کوٹ رادھا کشن میں گزشتہ دنوں ایک مسیحی جوڑے پر Mob نے تشدد کر کے ان کو زندہ جلا دیا۔اس کا بھی نوٹس لیا گیا مگر آج تک کسی کو سزا نہ ہوئی۔جب تک ہم انصاف اور سزا کا عمل شفاف نہیں بنائیں گے ایسے واقعات رونما ہوتے رہیں گے۔یہ بھی دہشت گردی کی ایک قسم ہے۔دہشت گردی دراصل ایسا عمل ہوتا ہے جس کے نتیجے میں خوف اور غیر یقینی صورت حال پیدا ہو جائے۔میڈیا اگر نان سٹاپ ایسی خبر چلائے گا جس سے دیکھنے والوں میں خوف کا عنصر پیدا ہونا شروع ہو جائے تو یہ صحافتی دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے،سوشل میڈیا پر اگر کوئی ایسی ویڈیو یا تصاویر شائع کر دیتا ہے جس سے لوگوں کے دلوں میں ڈر اور دہشت آئے تو یہ بھی دہشت گردی ہے۔سیاست رہنماؤں کے بیانات سے بھی سیاسی دہشت گردی پھیلتی ہے۔ان کی غلط پالیسیوں سے معاشی ابتری سے معاشی دہشت گردی پروان چڑھتی ہے۔مذہبی رہنما فرقہ واریت کی فضاء بنا کر دہشت گردی کے مرتکب ہوتے ہیں۔خیبر سے کراچی افواج پاکستان اس وقت دہشت گردی کی مختلف اقسام سے برسر پیکار ہیں۔ 90 پر چھاپے کے بعد،صولت مرزا کا پھانسی سے قبل MQM کے بڑے رہنماؤں کے خلاف بیان دہشت گردی کے خلاف جنگ میں کس حد تک کام آتا ہے اس کا فیصلہ آئندہ چند روز میں ہو جائے گا۔یوحنا آباد کے سانحہ کے بعد دو نوجوانوں کو زندہ جلانے کے بعد نوٹس تو لے لیا گیا ہے اور نادرا سے تقریباً 80 افراد کی شناخت بھی ہو گئی ہے۔اگر ہم چاہتے ہیں کہ آئندہ ایسا واقعہ نہ ہو تو مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانا ہو گا۔اسے ایک ٹیسٹ کیس سمجھ کر اسی طرح کام کیا جائے جیسا لندن Roits کے بعد برطانوی اداروں نے کیا تھا تو Mobcracy میں کمی آ سکتی ہے۔ورنہ ہم کو ایک نئے سانحے کیلئے تیار رہنا چاہیے کہ مجرموں کو دو طریقوں سے ہی ٹھیک کیا جا سکتا ہے ایک نظریہ سزا اور دوسرا نظریہ اخلاق لیکن دہشتگردوں پر نظریہ اخلاق کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ انہیں کڑی سے کڑی سزا ملنی چاہیے تا کہ سماج میں اُن کی ہیرو شپ بننے سے روکی جائے اور ناپختہ ذہن ایسا کوئی بھی عمل کرتے ہوئے اپنے انجام کو مدنظر رکھیں۔بدقسمتی سے ہم آج بھی ملک کی تقدیر کے ساتھ اپنی نااہل سیاست کے کھیل کھیل رہے ہیں۔پہلی جنگ کو دوسرے نمبر پر لے گئے ہیں اور دوسری لڑائی کو پہلا نمبر دے دیا ہے جس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ ہمارا دشمن نمبر ون اپنے مذموم مقصد میں

موقع ملتے ہی کامیاب ہو جاتا ہے۔ہمیں سب سے پہلے جنگ کی نزولی ترتیب درست کر لینی چاہیے تاکہ اپنے مقاصد جلد از جلد حاصل کیے جاسکیں وگرنہ تاخیر سے بہت تاخیر ہو سکتی ہے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

18-03-2015